پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر

۱۹۷۷-۱۹۷۸ء

پنجاب یونیورسٹی کے جملہ ایکٹ اور دیگر قواعد و ضوابط

پر مشتمل دستاویز

یہ کیلنڈر جو ضروری ترمیمات و تصحیحات کے ساتھ مدون کیا گیا، دس سال بعد کئی اضافوں اور نئے عنوانات کے شمول سے شائع ہو گیا ہے۔

جلد اول

مجلد : ۴۵ روپے　　　غیر مجلد : ۴۰ روپے

جلد دوم

مجلد : ۴۵ روپے　　　غیر مجلد : ۴۰ روپے

ملنے کا پتہ :

پنجاب یونیورسٹی سیلز ڈپو (اولڈ کیمپس) لاہور

ڈاکٹر سید عبداللہ*

تاریخ لاہور پر مزید دھندلی سی روشنی

لاہور کی تاریخ و ثقافت سے مورخین نے جو دلچسپی لی ہے اس کا حال سب کو معلوم ہے - یہاں اس کے اعادے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی -

موجودہ شذرے کی تحریر کا باعث یہ نہیں کہ ہم قارئین کی خدمت میں کوئی نادر یا اب تک ناپید و نامعلوم معلومات پیش کر رہے ہیں بلکہ صرف اسی قدر ہے کہ بعض معلوم یا کم معلوم کوائف کے بارے میں مزید وضاحتیں ہو جائیں اور تاریخ لاہور کے مآخذ میں خواہ وہ کتنا ہی ثانوی یا معمولی ہو ایک نیا مآخذ شامل ہو جائے -

یہ نیا مآخذ بھولا ناتھ ابن منشی رائے دین دیال کھتری ملتانی ساکن دارالخلافہ شاہجہان آباد کی فارسی کتاب تحفۃ الہند ہے جس کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہے جس کا کاتب بختاور سنگھ ساکن شاہجہان آباد ہے - تاریخ و سنہ کتابت ۱۸ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ مطابق ۳ مارچ ۱۸۵۰ء ہے - مصنف خود کو ''بندۂ درگاہ'' لکھتا ہے غالباً اس کا تعلق کسی نہ کسی صورت میں دربار معلیٰ سے ہوگا - راقم الحروف کو اس کے والد کے حالات معلوم نہیں ہو سکے - نسخہ عمدہ لکھا ہوا ہے - لوح اول مطلا ہے -

یہ کتاب ہندوستان کی تاریخ، عہد مغلیہ کی مالیات، اہم واقعات اور اہم عجائبات عمارات، باغات وغیرہ کے مختصر احوال پر مشتمل ہے - اس زمانے کے ہر صوبے کے مختصر حالات مع مالی حاصلات، حاصل الحاصل، اور حاصل سنوات فراہم کی گئی ہے - لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معلومات براہ براست نہیں چند سابقہ کتابوں سے نقل کردہ ہیں کیوں کہ کئی موقعوں پر شاہ جہان کے ساتھ خلد اللہ ملکہ' کی دعا بھی درج ہے - بھولا ناتھ کی اس کتاب سے ہم لاہور کے متعلق ایک اقتباس کا عکس دے رہے ہیں - اس کے ترجمے کی ضرورت نہیں البتہ مطالب کا خلاصہ مفید ہوگا - اس اقتباس کو پیش کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اس کے ذریعے ہم ایسی نئی معلومات پیش کر رہے ہیں جو پہلے کسی کتاب میں موجود نہیں - مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے ذریعے بعض سابقہ معلومات کی تائید یا وضاحت

---

* پروفیسر ایمریطس و چیرمین دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور -

ہوتی ہے۔ بہرحال تاریخ لاہور کا یہ بھی ایک ضمنی ماخذ ہے جس کی طرف اب تک اعتنا نہیں کیا گیا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کتابیات لاہور میں اس کا کہیں ذکر نہیں آیا شاید اس وجہ سے کہ یہ متاخر کتابوں میں سے ہے۔

میں اس سے اس لیے اعتنا کر رہا ہوں کہ اس کے مندرجات کی تائیدی حیثیت بہرحال مفید ہے بلکہ اس تائید کے انداز پیش کش میں معروف معلومات کے کچھ نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ میری دلچسپی کا دائرہ فی الحال چونکہ لاہور اور روضۂ تاج محل سے ہے اس لیے میں یکے بعد دیگر متعلقہ اقتباس پیش کرکے اس پر تشریحی نوٹ لکھوں گا۔ لاہور سے متعلق نوٹ اب حاضر ہے۔ روضہ تاج محل کے بارے میں آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے ملک میں (تعلیم یافتہ طبقے کو) اپنی تاریخ سے اگر سچی دلچسپی ہوتی اور اپنی شاندار ماضی کو سمجھنے اور سمجھانے کا سچا جذبہ ہوتا تو بہت سے دیگر ماخذ (مخطوطات) کے علاوہ اس مخطوطے کو بھی تحقیق کے ادارے ایڈٹ کرا کر چھپوا دیتے۔ لیکن بمصداق:

گرفتہ چینیان احرام و مکی خفتہ در بطحا

یہ کام بھی شاید فرنگی یا ہندو ہی کریں گے۔ تحفۃ الہند کے موجودہ اقتباس بہ سلسلہ لاہور میں ہمارے لیے سب سے زیادہ دلچسپی کی چیز متاخر مغلیہ دور کے لاہور کا بازار کتاب ہے۔

بھولا ناتھ نے مسجد وزیر خان کے سلسلے میں ذکر کیا ہے کہ ہر جمعے کو کتابوں کے شائق اور کتابت کے سامان (آلات و ادوات) کے خریدار اس بازار میں آتے ہیں اور ایک میلہ سا لگ جاتا ہے:

"و روز جمعہ ارباب فضل و کمال فصحائے خوش بیان و شعرائے شیرین زبان و طبقہ طبقہ مردم مردم ، سخندان از اہل ایران و توران و ہندوستان ۔۔۔ در مسجد وزیر خان کہ ضرب المثل بقاع روزگار است مجتمع گشتہ ہنگامۂ سخن و سخندانی گرم می دارند۔

و کتب بے شمار از عربی و فارسی و دیگر نسخہ ہائے معتبر از تواریخ و مثنوی و دیوان‌ہائے متقدمین و متاخرین و منشات و فقرات و رقعات و نوشتہ جات خوش نویسان روزگار و سائر آلات وادوات مشق از ہر قسم و ہر جنس ۔۔۔ بغرض خرید و فروخت می آید۔ چون آزادی مکتب نشینان مخصوص این روز است از ہر کوچہ و کوی جوانان نو رسیدہ بیاض در دست و گل ہر سر بمتقضائے عہد شباب خرامان بسیر بازار کتاب می آیند و تا انقضائے نصف النہار گرمیٔ این ہنگامہ رونق افزائے دیدہ ارباب بصیرت می باشد"۔

دراصل بازار کتاب کی ابتدا اس وصیت نامے ہی سے ہو جاتی ہے جو اس مسجد کے سلسلے میں لکھا گیا تھا ۔ وصیت نامے میں (ماخوذ از تاریخ لاہور انگریزی مصنفہ سید محمد لطیف) واضح لکھا ہے کہ صحاف اس مسجد کے حجروں میں بے کرایہ ہی رہا کریں گے (وصیت نامہ تحقیقات چشتی میں بھی ہے) ۔

اس مسجد میں دوسرے خدام کے علاوہ صحافوں (جلد سازوں یا شاید کتاب فروشوں) کے لیے حجرے مخصوص کر دیے گئے تھے جن کا کرایہ نہ لیا جاتا تھا اور ایک مدرسہ بھی تھا اس لیے اس جگہ ''کتاب دوستوں'' کا جمع ہو جانا امر قدرتی تھا ۔ غالباً مسجد وزیر خان کی اس علمی و ادبی فضا کا نتیجہ تھا کہ اس میں اصحاب ذوق جمع ہوکر ادبی بحثیں بھی کرتے تھے اور اس میں مشاعرے بھی ہوتے تھے ۔ حاکم لاہوری نے اپنی کتاب مردم دیدہ میں ایک ایسے مشاعرے کا تذکرہ کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسجد وزیر خاں میں مشاعرے کی محفلیں اکثر قائم ہوتی تھیں ۔ حاکم نے جس مشاعرے کا ذکر کیا ہے اس کی کہانی یہ ہے ۔

شاہ فقیر اللہ آفریں ، عبدالصمد خاں دلیر جنگ کے دور صوبہ داری میں فن شعر میں استادی کا مرتبہ رکھتے تھے اور حاکم بھی ان کے معتقدوں میں سے تھے ۔ اسی وجہ سے انھوں نے آفرین کے حالات خاص توجہ سے لکھے ہیں ۔

باقی حالات سے قطع نظر ، موجودہ شذرے کے حوالے سے صرف وہ واقعہ یہاں لکھا جاتا ہے جس کا تعلق مسجد وزیر خاں کی ایک ادبی محفل سے ہے ۔ حاکم لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملا محمد سعید اعجاز دہلی سے لاہور میں وارد ہوئے ۔ ان دنوں مسجد وزیر خاں کے صحن میں مشاعرے ہوا کرتے تھے ۔ ''الحال از یاد آن (دارم کہ سابق) در صحن مسجد وزیر خان واقع لاہور جاعہ شعرائے معنی‌دان محفل‌آرا می شدند و مشاعرہ درمیان می آمد''۔

ان مشاعروں میں سے ایک میں ملا محمد سعید اعجاز بھی شریک ہوئے ۔ اثنائے گفتگو میں ملا اعجاز نے ناصر علی سرہندی کے اس شعر پر اعتراض کیا :

صریر خامہ می دانم کہ با طبعت نمی سازد
دریدی نامہ، دل صد پارہ شد، قاصد رسید این‌جا

اس موقعہ پر بڑے مزے کی گفتگو ہوئی جس میں آفرین نے بھی حصہ لیا جس کی تفصیل مردم دیدہ ہی میں دیکھنی چاہیے ۔

حاکم نے آفرین کے تذکرے میں شالامار لاہور کی ایک ادبی محفل کا بھی ذکر کیا ہے ۔ بہرحال یہاں قصہ مسجد وزیر خان کا ہے ۔ بھولا ناتھ نے ادیبانہ

انداز میں اس مسجد کے ماحول کا عمدہ نقشہ کھینچا ہے جس سے اس مقام کی تہذیبی اور علمی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۔

کشمیری بازار اب بھی کتاب فروشوں کا بازار ہے ۔ یہ بھی مسجد وزیر خان کے قرب ہی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے ۔ وزیر خان کی وصیت کا درج ذیل حصہ صورت حال کی مزید وضاحت و صراحت کی خاطر مفید ہوگا ۔

"و نیز شرط کرد کہ بیست قطعہ دکاکین بیرون دروازہ شرقی و بالا خانہ ہای آنہا محض برای نشستن صحافان کتب اسلامیہ بی کرایہ باشد" (تاریخ لاہور انگریزی مصنفہ سید محمد لطیف و تحقیقات چشتی شائع کردہ پنجابی ادبی اکیڈمی ، ص ۱۰۰۳) ۔

اس وصیت میں دو مدرسین کا بھی ذکر ہے جن کا فریضہ علوم اسلامیہ کی تدریس تھا لیکن کسی مورخ نے ، بعد میں اس مسجد کے مدرسے کی تفصیل ہمیں نہیں دی ۔ جہاں تک دوکانوں کا تعلق ہے یہ قدرتی طور سے مسجد کے باہر ہی شرق رویہ شمال رویہ جنوب رویہ تھیں مگر مسجد کے ارد گرد باغیچے بھی تھے جس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ جگہ صرف بازار کتاب ہی نہ تھی سیر گاہ بھی تھی ۔

سید محمد لطیف نے انگریزی تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں صورت یہ ہے کہ صحن مسجد کی باہر کی مسقف گیلری میں جو دو دروازوں کے درمیان ہے صحاف (جلد ساز) بیٹھتے ہیں اور اندر کے حجروں میں نقاش ، کاتب اور طلبہ بیٹھتے ہیں (یا قابض ہیں) (تاریخ مذکور ، طبع ۱۹۵۶-۵۷ء ، ص ۲۱۶) ۔

مسجد وزیر خان کے بازار کتاب کے علاوہ سرسری سی کچھ اور معلومات بھی ہیں جن کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے ۔ اس اقتباس میں جن عمارتوں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں :

عمارات :

۱۔ عمارت دولت خانہ شاہی (مشرف بر دریا) ۔

۲۔ منازل بادشاہزادہ ہائے نامدار ۔

۳۔ حویلی آصف خان سپہ سالار (شہرے دیگر درین شہر است)

۴۔ منازل امرا مثلاً

(ا) رکن السلطنت علی مردان خان

(ب) امیر الامرا افضل خان

(ج) علامۂ روزگار سعد اللہ خان

(د) و محلات عمدہ ہائے دولت ، مثل اسلام خان